تجدیدی معاشی اصلاحات: حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہدِ خلافت کا اختصاصی مطالعہ

سائرہ طیبہ*

حافظ رضوان عبد اللہ**

Abstract

Úmar bin Ábd-al-Ázīz was the eighth caliph of the Umayyads. His period of caliphate was very however, during his short tenure, he took extensive measures for the welfare of his subjects.When the caliph took over the caliphate; the Islamic society was in a state of political turmoil and class system. In addition to this, due to the element of mismanagement and irregularity, the stability of the national economy was badly affected. After becoming the caliph, he set out to face this situation. He began to assess the future of Islamic society and presented a plan for an integrated practical economic system in record time to correct the economic situation and He was capable of overcoming all obstacles in this regard. It was as a result of his economic reforms and economic planning that in just a short span of two and a half years, prosperity and financial abundance became common in the country. In his time, all Muslims became rich and there was no one left who was entitled to Zakat. His financial reforms eliminated hardships and ended poverty. He fulfilled the dream of welfare of the Islamic society and the individual income of the people in his time became so much that sometimes even those who were entitled to zakat lived a luxurious life. This research article discusses his method of economic planning and reforms, which led to such a great economic revolution in such a short period of time so the contemporary economic challenges could be, settle down and poverty could be controlled.

Keywords: Caliphate of *Úmar bin Ábd-al-Ázīz*, Economic Plantings and Reforms, Prosperity of Society, Current Economy Challenges.

---

* ریسرچ ایسوسی ایٹ، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، سول لائنز، خانیوال۔

عمر بن عبد العزیز کی ولادت ۶۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔[1] آپ خلیفہ راشد، زاہد اور اشج بنی امیہ کے القاب سے مشہور ہیں۔[2] آپ کے والد عبد العزیز بن مروان بن حکم بنو امیہ کے اشراف میں سے تھے۔ نہایت بہادر اور سخی تھے۔ ۲۰ سال سے زائد عرصہ تک مصر کے گورنر رہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عاصم تھا جو عاصم بن الخطاب کی صاحبزادی تھیں۔[3] آپ کی ابتدائی پرورش خالص دینی ماحول میں ہوئی۔ نہایت کم سنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور حدیث کا درس لیا۔ ۲۰ سال کی عمر میں اپنے چچا عبد الملک بن مروان کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ ۷۰۵ء میں آپ کو حلب کے کسی علاقے کا والی تعینات کیا گیا۔ پھر مدینہ منورہ کے والی بن کر وہاں منتقل ہو گئے۔ بعد ازاں ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں آپ کے اور ان کے درمیان کچھ نزاع پیدا ہوا تو آپ نے منصب ولایت چھوڑ دیا اور علم و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پھر ۷۱۵ء میں بطور خلیفہ آپ کی بیعت ہوئی۔[4] آپ کا دور خلافت صرف اڑھائی سال ہے مگر اس قلیل عرصے میں آپ نے امت کی صلاح و فلاح کے وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیے کہ آپ کا شمار خلفائے راشدین میں کیا جاتا ہے۔[5] آپ نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

عمر بن عبد العزیز جب تخت خلافت پر متمکن ہوئے اس وقت اسلامی معاشرہ سیاسی انتشار اور طبقاتی نظام کا شکار ہو چکا تھا۔ اور معلوم ہے کہ جہاں سیاسی انتشار پھیلتا تھا، وہاں معاشی بدحالی کے واقع ہونے کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کے علاوہ قومی معیشت میں بد انتظامی اور بے ضابطگی کا عنصر غالب تھا جس کی وجہ سے معیشت ناقابل برداشت بوجھ تلے دبے ہوئی تھی۔ عمر بن عبد العزیز نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”بخدا! ولید نے شام میں، قرہ نے مصر میں، حجاج نے عراق میں اور عثمان بن حیان نے حجاز میں زمین کو ظلم و جور

[1] الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، **تذکرۃ الحفاظ**،(بیروت: دار احیاء التراث العربی)،ا: ۱۱۸۔۱۲۰

[2] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، **طبع ثانی**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۲ھ)،۵: ۱۴۴

[3] الصلابی، علی محمد، عمر بن عبد العزیز و معالم التجدید والاصلاح الراشدی علی منھاج النبوۃ،(قاہرہ: دار التوزیع والنشر الاسلامیۃ، طبع اول، 2006ء)،۱۰

[4] عاشور، سید محمد، **رواد الاقتصاد العرب**،(قاہرہ: دار الامل، طبع اول،۱۹۹۸)،۳۵

[5] الذہبی، **سیر اعلام النبلاء**،۵: ۱۱۴

سے بھر دیا ہے۔"[6] اسی وجہ سے انھوں نے بعض عمال کو لکھا: "تم عدل واحسان میں اس طرح ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے گورنر ظلم وزیادتی میں تھے۔"[7]

اس وقت کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

"خلافت راشدہ کے اختتام اور بنو امیہ کی حکومت کے استحکام نے تجدید اور انقلاب کی فوری ضرورت پیدا کر دی تھی، قدیم جاہلی رجحانا تجو نبی اکرم ﷺ کی صحبت وتربیت اور خلافت راشدہ کے اثر سے دب گئے تھے، نیم تربیت یافتہ مسلمانوں اور نئی عربی نسل میں ابھر آئے تھے۔ حکومت کا محور جس پر اس کا پورا نظام گردش کرتا تھا، کتاب وسنت نہیں رہا تھا بلکہ عربی سیاست اور مصالح ملکی بن گیا تھا۔ تفاخر اور عربی عصبیت کی روح جس کو اسلام نے شہر بدر کر دیا تھا پھر واپس آگئی تھی۔ قبائلی غرور، اعزہ پروری جو خلافت راشدہ میں سخت عیب شمار ہوتی تھی ہنر اور محاسن بن گئے تھے۔ اعمال واخلاق کے محرکات (بجائے اجر وثواب کے) جاھلی ناموری اور مدح وتعریف ہو گئے۔ بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملکیت اور خاندانی جاگیر بن گیا تھا۔ پیشہ ور شعراء، خوشامدی درباریوں اور آبرو باختہ مصاحبین کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا جس پر مسلمانوں کی دولت بے دریغ صرف ہوتی تھی اور ان کی بدعنوانیوں سے چشم پوشی کی جاتی تھی۔ گانا سننے کا ذوق اور موسیقی کا انہاک حد کو پہنچ گیا تھا۔ حکومت کی غلط روی اور اہل حکومت کی بے دین زندگی سے پوری اسلامی سوسائٹی متاثر ہو رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے زخم خوردہ جاہلیت اپنے فاتح حریف سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے اور چالیس برس کا حساب ایک دن میں پورا کرنا چاہتی ہے۔"[8]

اس طرح کی معاشی بد انتظامی اور سیاسی ابتری کے حالت میں عمر بن عبد العزیز نے امت اسلامیہ کی سیاسی بھاگ دوڑ سنبھالی۔ عمر بن عبد العزیز نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم دین اور فقیہ تھے۔ ان کے بارے میمون بن مہران کا قول ہے: "علماء عمر بن عبد العزیز کے سامنے شاگرد محسوس ہوتے تھے۔"[9] امام احمد کا قول ہے: "تابعین میں

---

[6] عبد الحی بن احمد العکری، **شذرات الذهب فی اخبار من ذهب**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ا: ۱۱۱

[7] ابن عساکر، فخر الدین عبد اللہ الدمشقی، **تاریخ مدینۃ دمشق**، (بیروت: دار الفکر)، ۵۴: ۲۰۱

[8] ابوالحسن علی ندوی، **تاریخ دعوت وعزیمت**، (لکھنؤ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ۲۰۱۰ء)، ا: ۳۱۔۳۲

[9] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، **تاریخ الخلفاء**، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، (مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۵۲ء، طبع اول)، ا: ۲۳۰

سے صرف عمر بن عبد العزیز کا قول حجت ہے۔"[10] چنانچہ ان حوادث اور سیاسی و معاشی تغیرات کے حل کے لیے آپ ایک متوازن اور معتدل شخصیت کی صورت ظاہر ہوئے۔ آپ کا مسند خلافت پر متمکن ہونا یقیناً خدائی معجزہ تھا۔

آپ خلیفہ بننے کے بعد اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے، آپ نے اسلامی معاشرے کے مستقبل کی صورتحال کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور ریکارڈ مدت میں ایک مربوط عملی معاشی نظام کا ایک کھلا منصوبہ پیش کیا جو نہ صرف معاشی حالات کو درست کرنے کے قابل تھا بلکہ اس سلسلے میں تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا تھا۔ انھوں نے خود اپنے آپ کو ایک ہنگامی صورتحال میں رکھ کر اصلاح و تجدید کا کام شروع کیا، جب ان کی بیعت خلافت ہوئی تو انھوں نے اپنی بیویوں کو پیغام بھیجا: "جو تم سے دنیا چاہتی ہے وہ اپنے گھر چلی جائے، کیونکہ عمر کو ایک بہت بڑی مشغولیت نے آن گھیرا ہے۔"[11] اسی طرح انھوں نے حسن البصری کو خط لکھا: "مجھے اس امر خلافت کی آزمائش کا سامنا ہے، اس لئے میرے کچھ مددگار تلاش کرو جو اس کام میں میری مدد کریں۔"[12] اس طرح انہوں نے مشرق میں چین سے لے کر مغرب میں اندلس تک پھیلی اسلامی حکومت میں معاشی ترقی کے خواب کو حقیقت کر دکھایا۔ انکا پہلا سال اصلاح و ترمیم کا تھا، اسکے بعد اقتصادی استحکام آیا جو تمام شعبہ جات پر حاوی تھا، نتیجاً سیاسی اور معاشرتی استحکام بھی پیدا ہو گیا۔

معاشی اصلاحات کے حوالے سے جب ہم ان کے طریق کار پر غور و خوض کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خلافت کے زمانے سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک اپنے اصلاحی پروگرام پر عمل پیرا رہے، مجاہد نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے پوچھا: لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا۔: مجھ پر جادو نہیں کیا گیا، مجھے وہ وقت معلوم ہے جب مجھے زہر پلایا گیا۔ پھر انھوں نے اس غلام کو پاس بلایا اور کہا: تم پر افسوس! مجھے زہر دینے پر تمھیں کس چیز نے ابھارا؟ اس نے کہا: اس کام کے مجھے ایک ہزار دینار دیے گئے تھے اور یہ (لالچ) کہ میں آزاد کر دیا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: "وہ دینار لاؤ، چنانچہ آپ نے وہ دینار لے کر بیت المال میں جمع کروا دیے اور اسے کہا کہ

---

[10] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، ابو الفداء، **البدایۃ والنھایۃ**، (بیروت: مکتبۃ المعارف)، ۶: ۱۹۸

[11] عبدالحی بن احمد العکری، **شذرات الذھب**، ۱: ۱۲۰

[12] ایضاً، ۱: ۱۳۷

کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمھیں کوئی نہ دیکھے۔"[13] انھوں نے اپنے خون کی قیمت بھی مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروادی۔

گزشتہ بحث سے یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ جس ظلم و جور نے اللہ کی زمین کو بھر دیا تھا اس کا اندازہ انھیں پہلے دن ہی ہو گیا تھا، چنانچہ انھوں نے اپنے عمال اور گورنرز کو عدل و احسان کا حکم دیا، پھر جو مسؤلیت ان پر ڈالی گئی اور جس اصلاحی پروگرام کو انھوں نے شروع کیا اسے تادم مرگ جاری رکھا۔

اسلام میں معاشی اصلاحات کے روشن اصول:

معاشی فساد کا اصل ذمہ دار خود انسان ہے، اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے معاشی فساد اور اقتصادی زبوں حالی کا جو علاج تجویز کیا ہے وہ درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے:

معاشی اصلاح کے لیے سب سے بنیادی چیز تقویٰ، ایمان اور خود احتسابی ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ-[14]

" اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر اُنہوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اُس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔"

اسی طرح شریعت الٰہیٰ اور سیرت النبی ﷺ کی طرف رجوع کرنا اصلاح معیشت کی اساس ہیں، فرمان باری ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ - قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا - قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ-[15]

---

[13] السیوطی، تاریخ الخلفاء، ۱: ۲۴۶؛ ذہبی نے کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ الذھبی، محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، تحقیق: شعیب الارناؤوط و محمد نعیم العرقسوسی، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ)، ۵: ۱۴۰؛ ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۵۰

[14] الاعراف: ۹۶

[15] طٰہٰ: ۱۲۴۔۱۲۶

"اور جو میرے ذِکر سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: پروردگار! دُنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں، اِسی طرح تو ہماری آیات کو، جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تُونے بھُلا دیا تھا اُسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔"

3۔ اسی طرح اقتصادی جرائم کے مرتکب لوگوں کے خلاف اللہ کی حدوں کو نافذ کیا جائے، یعنی لوگوں کی اصلاح ایمان کے ساتھ کی جائے اور مملکت کی اصلاح شریعت کے ساتھ کی جائے۔

4۔ ایمانی اور اخلاقی اقدار کے حامل بہترین عمال کا انتخاب کیا جائے۔

5۔ شرعی احکام اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں حاکم وقت خود کو بطور نمونہ اور اسوہ پیش کرے۔

یہ وہ اسلامی تعلیمات ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر خلفائے راشدین نے مثالی نظام حکومت و معیشت قائم کیا تھا اور انھی اصول و مبادی کو سامنے رکھ کر عمر بن عبد العزیز نے معاشی اصلاحات کا آغاز کیا۔

قرآن و سنت اور سیرت خلفائے سے راہنمائی:

عام طور پر اسلامی ممالک کی معیشت جن اسباب کی وجہ سے زوال کا شکار ہوئی ان میں سے ایک سبب یہ تھا کہ ریاست یا حکمرانوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ٹیکس نظام میں وسعت پذیری کے باوجود حکام کے سامنے کوئی واضح معاشی پالیسی نہیں ہوتی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ دستیاب معاشی وسائل سے خاطر خواہ رقم حاصل نہ ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ اس میں کمی واقع ہوتی رہتی تھی۔ اس طرح کے حالات کی جب شدت بڑھ جاتی تو پھر بنیادی معاشی اصلاحات کی ضرورت پڑتی تھی۔ بعض اوقات ان اصلاحات کی تجویز تو دی جاتی تھی مگر مسلم حکام کی طرف سے اسے منظور نہیں کیا جاتا تھا یا منظور تو کر لیا جاتا مگر نافذ نہیں کیا جاتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ ملک کی معاشی صورت حال جوں کی توں رہتی بلکہ مزید زوال کا شکار ہو جاتی تھی۔ اموی خلافت کے قومی خزانے میں بے ضابطگیوں اور مالی انحرافات کے بعد عمر بن عبد العزیز کا سنہری دور خلافت آتا ہے، آپ نے معاشی اصلاحات کے عمل میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔[16]

آپ نے قرآن مجید، سنت نبوی اور سیرت خلفائے راشدین کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔ آپ بادشاہوں کے تکبر و غرور، ان کے رعب و دبدبے کے رویوں سے کوسوں دور تھے۔ آپ کے بارے میں خضری نے اپنی کتاب

---

[16] العمر، فؤاد عبد اللہ، **مقدمۃ فی تاریخ الاقتصاد الاسلامی و تطورہ**، طبع اول ۲۰۰۳ء، ۲۲۱۔۲۲۲

میں لکھا ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے خلفائے راشدین کے زمانے کی یاد تازہ کر دی، جس طرح خلفائے راشدین اپنی رعایا کے ساتھ نیکوکار باپ کی طرح معاملات کیا کرتے اور ان کے درمیان عدل و انصاف کیا کرتے تھے اور دنیا کو جمع کرنے کی حرص و لالچ ان میں بالکل بھی نہیں تھی، اسی طرح عمر بن عبد العزیز کی شخصیت اور کردار تھا۔[17]

معاشی اصلاحات میں عمر بن عبد العزیز کے اصول و مبادی:

جب عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو انھوں نے جامع معاشی اصلاحات کا آغاز کیا، اس کا پتا ان کے اس خطاب سے چلتا ہے جو انھوں نے عوامی سطح پر معاشرے سے کیا یا گورنرز اور بیوروکریٹس سے کیا۔ انھوں نے کچھ اصول مقرر کیے جن پر انھوں نے معاشرتی انصاف کی بنیادوں کو قائم کیا، تا کہ دولت کو منصفانہ اور عادلانہ انداز میں سب لوگوں میں تقسیم کیا جائے اور اقتصادی ترقی کے پہیے کو گھما کر معاشرتی فلاح و بہبود کو یقینی بنایا جائے۔

انھوں نے جن اصول و مبادی پر اپنے اصلاحی و تجدیدی پروگرام کی بنیاد رکھی وہ درج ذیل ہیں:

قیام عدل:

کسی بھی معاشی عمل یا اصلاحی پروگرام کو مکمل استحکام بخشنے کے لیے عدل سب سے اہم عنصر ہے، ان کے ہاں اس کی اہمیت کا اندازہ ان کے اس سوال سے ہوتا ہے جو انھوں نے محمد بن کعب قرظی سے پوچھا تھا کہ مجھے عدل کے بارے بتائیے۔ تو محمد نے کہا: ٹھیک، آپ نے ایک بہت بڑے معاملے کے بارے پوچھا ہے۔ چھوٹوں کے لیے باپ، بڑوں کے لیے بیٹا اور ہم عمروں کے لیے بھائی بن کر رہیں، لوگوں کو ان کے گناہوں اور جسموں کے بقدر سزا دیں، اپنے غصہ کی خاطر کسی کو ایک کوڑا بھی مت ماریں ورنہ آپ کا شمار ظالموں میں سے ہو گا۔[18] عدل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ان کو ایک عامل نے خط لکھا کہ ہمارا شہر کا برا حال ہے، اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں تو ہمیں کچھ مال عطا کر دیں تا کہ ہم اس شہر کی مرمت کروا سکیں۔ تو آپ نے جواب دیا: شہر کی عدل کے ساتھ حفاظت کرو، اس کے راستوں کو ظلم سے پاک کرو، یہی اس کی مرمت

---

[17] الخضری، محمد بک، **تاریخ الامم الاسلامیۃ**، (بیروت، لبنان: المکتبۃ العصریۃ، طبع دوم ۲۰۰۱ء)، ۳۶۷

[18] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ۱: ۲۴۳

ہے۔ والسلام۔[19] عمارتوں کی تعمیر سے زیادہ اہم کام قیام عدل ہے کیونکہ عدل کے ساتھ وسعت اور خوشحالی آتی ہے جبکہ ظلم کا نتیجہ بدحالی اور تنگی کی صورت میں نکلتا ہے۔

ظلم کا خاتمہ:

ظلم کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، یہ انسان کی ہمت کو پست کر دیتا ہے اور معاشرے کو ایجابی اور مثبت سرگرمیوں میں شمولیت سے محروم کر دیتا ہے۔ جب کسی معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے تو وہ معاشرہ اپنی طاقت کے مطابق معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہے اور اور معاشی پہیہ پوری فعالیت کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ظلم کا خاتمہ کرنے کے لئے لئے درج ذیل اقدامات کیے:

الف: جیل خانہ جات کی صفائی اور قیدیوں کی رہائی: جیل خانوں میں عام طور پر پر وہ لوگ ہوتے ہیں جو مظلوم ہیں یا جنہوں نے کوئی جرم کا ارتکاب تو کیا ہو تا مگر وہ اس سزا کے مستحق نہ ہوتے جو سزا انھیں ملی ہوتی یا ایسے لوگ بھی ہوتے جنھیں قرار واقعی سزا ملی ہوتی تھی۔ اگر ایسے لوگوں کو معاف کر دیا جائے تو یہ لوگ بھی معاشرتی اصلاح و ترقی میں مثبت اور بلیغ کردار ادا کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام قیدیوں کو جیل سے رہا کر دیا، اس ضمن میں محمد بن یزید انصاری کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کام کے لیے روانہ کیا، چنانچہ میں نے ان تمام لوگوں کو کو جیلوں سے رہا کر دیا جن کو سلیمان نے قید کیا تھا سوائے یزید بن ابی مسلم کے۔[20] اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز کو ان جیلوں کی ضرورت نہ رہی اور انہوں نے کسی کو بھی قید نہیں کیا بلکہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے صرف ایک آدمی کو سزا دی جو جعلی دینار بناتا تھا۔[21]

ب: سابقہ ظالمانہ احکام پر نظر ثانی: ظلم کو ختم کرنے کا تقاضہ تھا کہ سابقہ ان ظالمانہ احکام پر نظر ثانی کی جائے جو لوگوں کے حقوق کے مخالف صادر کیے گئے تھے، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے باقاعدہ خط لکھا کہ حجاج بن یوسف کے وہ احکام واپس لیے جائیں جن کی وجہ سے سے لوگوں کے حقوق پر زد پڑتی ہے۔[22] ظلم کے خاتمے کے لیے عمر بن عبدالعزیز کے اقدامات کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ اس میں غیر مسلم بھی شامل

---

[19] ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۰۰

[20] خلیفہ بن خیاط اللیثی، **تاریخ خلیفۃ بن خیاط**، تحقیق: د. اکرم ضیاء العمری، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع دوم)، ۱: ۳۲۶

[21] بلاذری، احمد بن یحیی، **فتوح البلدان**، تحقیق: رضوان محمد رضوان، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ)، ۴۵۵

[22] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ۱: ۲۳۷

تھے۔ علی بن ابی حملہ کہتے ہیں کہ دمشق کے عجمیوں نے ایک کنیسہ کے بارے میں عمر بن عبد العزیز کی عدالت میں ہمارے خلاف مقدمہ دائر کیا جو کنیسا امراء میں سے ایک شخص نے بنو نصر کو تحفے میں دیا تھا، چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے ہمیں میں اس سے نکال دیا اور وہ کنیسہ عیسائیوں کو واپس کر دیا۔[23]

ج: قانونی اعتبار سے اہم اور بڑے فیصلہ جات پر نظر ثانی: عمر بن عبد العزیز نے ان اہم اور بڑے فیصلہ جات پر نظر ثانی کی جن کی قانونی اعتبار سے بڑی اہمیت تھی، واقدی لکھتے ہیں کہ اہل قبرص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی صلح پر قائم رہے حتی کہعبد الملک بن مروان خلیفہ بنے تو انہوں نے اہل قبرص پر ایک ہزار دینار کا اضافہ کر دیا اور یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت تک جاری رہا تو آپ نے خلیفہ بننے کے بعد یہ اضافہ ان سے ختم کر دیا۔[24] اسی طرح ابو عبیدہ کہتے ہیں جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو ان کے پاس اہل سمرقند کا ایک وفد حاضر ہوا اور آپ سے شکایت کی کہ قتیبہ ان کے شہر میں معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہوئے داخل ہوا ہے اور اس نے وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا ہے، چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے وہاں کے عامل کو خط لکھا کہ وہ جمیع بن حاضر الباجی کو جج مقرر کرے اور وہ اس معاملے کا جائزہ ل، یں اس پر جمیع بن حاضر الباجی کو قاضی مقرر کیا گیا، انھوں نے اس معاملے کا جائزہ لیا تو انھیں مسلم سپہ سالار کا موقف غلط محسوس ہوا تو نھوں نے مسلمانوں کو اس شہر سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔[25]

د: ظالمانہ طریقے سے چھینے گئے مال کی واپسی: عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد وہ تمام مال واپس لوٹانے کا حکم دیا جو لوگوں سے ظالمانہ طریقے سے چھینے گئے تھے کیونکہ چھینا گیا مال معاشرے کے افراد کی ترقیاتی کاموں میں شمولیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے، چنانچہ لوگوں کا اعتماد بحال کرنے اور انھیں ترقیاتی کاموں میں شامل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال ان کو واپس کیا جائے جو ظالمانہ طریقے سے ان سے چھینا گیا تھا۔ آپ نے اپنے گورنروں کو خط لکھا کہ جن گورنروں نے لوگوں سے سے ظالمانہ طریقے سے مال حاصل کیا ہے وہ ان کے اصل

---

[23] بلاذری، **فتوح البلدان**، ۱۳۰

[24] ایضاً، ۱۵۹

[25] ایضاً، ۴۱۱

مالکوں کو واپس کیا جائے اور اصل مالکوں سے گزشتہ سالوں کی زکوۃ لی جائے پھر انہوں نے ایک دوسرا خط لکھا کہ اس مال سے صرف ایک سال کی زکوۃ وصول کی جائے کیونکہ وہ مال ضمار ہے۔[26]

ہ: عام لوگوں کے نقصان کی تلافی: بعض اوقات حکومت کو کچھ ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جو لوگوں کی ذاتی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں، ایسی صورتحال میں حکومت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی پالیسی کی وجہ سے لوگوں کا جو ذاتی نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کی جائے، چنانچہ اس حوالے سے غیلان بن میسرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں نے کاشتکاری کی تھی وہاں سے اہل شام کا ایک لشکر گزرا اور اس نے میری ساری فصل خراب کر دی چنانچہ آپ نے اسے دس ہزار درہم معاوضہ ادا کیا۔[27]

سابقہ تجربات سے استفادہ:

آپ نے معاشی اصلاحات اور ترقی کے لیے سابقہ خلفاء کے تجربات سے بھی استفادہ کیا، چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے سالم بن عبد اللہ کو خط لکھا کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت لکھ کر بھیجو تاکہ میں اس پر عمل کر سکوں۔[28]

مخلص، مثبت اور فعال رفقاء کا انتخاب:

اس بات کا اظہار ان کی اس نصیحت سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے وزراء اور مشیر ان کو کی، عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبد العزیز نے کہا: اے عمرو! جب تم دیکھو کہ میں حق سے ہٹ چکا ہوں تو اپنا ہاتھ میری گردن پر رکھ کر مجھے زور سے ہلانا اور پھر کہنا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟[29]

---

[26] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، **الدرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ**، تحقیق: سید عبد اللہ ھاشم یمانی مدنی، (بیروت: دار المعرفۃ)، ۱: ۲۵۰؛ سرخسی، شمس الدین محمد بن احمد، **المسبوط**، (بیروت: دار المعرفۃ)، ۲: ۲۰۹؛ مال ضمار وہ مال ہے جو اصل میں موجود ہو مگر اس سے نفع کی امید باقی نہ رہے، جیسے غصب شدہ مال اور وہ مال جس کا دینے والے نے انکار کر دیا ہو اور اس کے خلاف کوئی دلیل بھی نہ ہو۔ ملاحظہ ہو: جرجانی، علی بن محمد بن علی، **التعریفات**، تحقیق: ابراہیم الابیاری، (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ، طبع اول)، ۱۸۱

[27] ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد الکوفی، **المصنف فی الاحادیث والاثار**، تحقیق: کمال یوسف الحوت، (الریاض: مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ھ، طبع اول)، ۷: ۱۷۵

[28] القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، **الجامع لاحکام القران**، تحقیق: احمد عبد العلیم البردونی، (قاہرہ: دار الشعب، ۱۳۷۲ھ، طبعہ ثانیہ)، ۴: ۱۷۲

[29] ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۰۰

تحفہ کے نام پر رشوت کا خاتمہ:

عمر و بن مہاجر کہتے ہیں ایک دن عمر بن عبد العزیز کا کا سیب کھانے کو دل چاہا تو ان کے خاندان کے کسی فرد نے انہیں سیب تحفے میں بھیج دیا تو آپ نے فرمایا: اس کی خوشبو کس قدر عمدہ ہے اور یہ کس قدر خوبصورت ہے !اے غلام! یہ سیب اسے واپس کر دو جس نے مجھے بھیجا ہے، اسے میرا سلام کہنا اور میرا یہ پیغام دے دینا کہ تمہارا تحفہ ہمیں بہت اچھا لگا ہے۔ تو میں نے عرض کی: یا امیر المومنین! تحفہ دینے والا تو تمہارا چچازاد بھائی ہے اور تمہارے خاندان کا ایک فرد ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ تحفہ قبول کیا کرتے تھے۔ تو انہوں نے کہا: تم پر افسوس! وہ تحفہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ ہوتا تھا مگر وہ آج ہمارے لئے رشوت ہے۔[30]

سیاسی اور معاشرتی امن کی حفاظت:

سیاسی اور معاشرتی امن کے ساتھ اقتصادی امن کا گہرا تعلق ہے۔ یہ دونوں کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس ضمن میں عمر بن عبد العزیز نے کہا: حکمرانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ امن عامہ قائم اور عام ہو اور رعایا کے دلوں میں حکمرانوں کی محبت جاگزین ہو۔[31] عمر بن عبد العزیز بذات خود امن عامہ کی صورتحال کو چیک کیا کرتے تھے، ایک دفعہ نکلے، ان کے ساتھ ایک پہرے دار تھا، مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں اندھیرے میں ایک سوئے ہوئے شخص کے ساتھ ان کا پاؤں الجھ گیا، اس آدمی نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: کیا تم پاگل ہو ؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔ یہ سن کر پہرے دار اس سوئے ہوئے شخص کو دبوچنے کے لئے آگے بڑھا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا: اس کو چھوڑ دو، اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم پاگل ہو تو میں نے جواب دے دیا کہ نہیں۔[32]

آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا:

عمر بن عبد العزیز مسلسل اور مستقل کام کرنے کے عادی تھے، آپ آج کا کام کل تک مؤخر نہیں کرتے تھے کیونکہ مستقل اور مسلسل کام ہی نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے، ان سے ایک مرتبہ ریان بن عبد العزیز نے کہا:

---

[30] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ۱: ۲۳۷

[31] ابن الجوزی، جمال الدین ابی الفرج عبد الرحمن، **سیرۃ ومناقب عمر بن عبد العزیز**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۸۴ء)، ۱۰۴

[32] ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۰۶

امیر المومنین! آپ تھوڑا سا آرام کر لیں۔ تو آپ نے کہا کہ آج کا کام کون کرے گا؟ اس نے کہا: آج کا کام کل کر لیجیے گا۔ تو آپ نے کہا: مجھے تو ایک دن کا کام تھکا دیتا ہے، جب دو دن کا کام جمع ہو جائے گا تو میرا کیا حال ہو گا؟[33]

عمال کی اصلاح کے لیے قرآن و سنت کا حوالہ دینا:

آپ نے عمال اور گورنروں کی اصلاح کے لئے ہمیشہ قرآن و سنت کا حوالہ پیش کیا اور ان کی اصلاح کے لیے خواہشات نفس کو کبھی سامنے نہیں رکھا کیونکہ خواہشات نفس سے ظلم اور فساد میں اضافہ ہی ہوتا ہے، یحیٰ غسانی کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے مجھے جب موصل کا گورنر بنایا، میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ وہاں پر سب سے زیادہ چوری اور نقب زنی ہوتی ہے۔ میں نے عمر بن عبد العزیز کو اس شہر کے حالات لکھے اور پوچھا کہ میں بدگمانی کی بنیاد پر لوگوں کا مواخذہ کروں یا کسی دلیل پر ان کا مواخذہ کروں اور سنت کے مطابق انہیں سزا دوں؟ آپ نے جواب دیا کہ دلیل کی بنیاد پر سنت کے مطابق لوگوں کا مواخذہ کرو، اگر حق بات ان کی اصلاح نہیں کر سکتی تو پھر اللہ ان کی اصلاح نہ کرے! یحیٰ کہتے ہیں: میں نے ان کی نصیحت کے مطابق ایسا ہی کیا، چنانچہ جب میں موصل سے نکلا تو وہ شہر سب سے زیادہ امن و سلامتی والا شہر بن چکا تھا اور وہاں چوری اور نقب زنی سب شہروں سے کم ہو چکی تھی۔[34]

جعل سازی اور افراط زر کی تمام کوششوں کا خاتمہ:

آپ نے نے افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لئے اور کرنسی کی قوت خرید کو کو محفوظ رکھنے کے لیے اقدامات کیے اور اس حوالے سے جعل سازی کی جتنی بھی کوششیں تھیں وہ سب ناکام بنائیں، واقدی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو نقلی سکے بناتا تھا، آپ نے اسے سزا دی، جیل میں ڈال دیا اور اس کا لوہا ضبط کر کے آگ میں جھونک دیا۔[35]

اقتصادی اصلاحات سے عمر بن عبد العزیز کے اہداف و مقاصد:

حضرت عمر بن عبد العزیز کی معاشی اصلاحات کے طریقہ کار کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اہداف و مقاصد میں سب سے بڑا اور اہم مقصد معاشرتی فلاح و بہبود کا حصول تھا، تاہم ان کے معاشی اصلاحات کے اہداف و مقاصد کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

---

[33] ایضاً، ۵۴: ۱۹۸

[34] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ۱: ۲۳۷

[35] بلاذری، **فتوح البلدان**، ۴۵۵

قومی آمدنی اور دولت و ثروت کی عادلانہ تقسیم:

آپ نے قومی وسائل و ذرائع آمدنی اور دولت کو ایسے عادلانہ طریقے سے تقسیم کیا جو اللہ تعالی کی مرضی کے عین مطابق تھا، آپ نے حق و انصاف کی اقدار کو زندہ اور قائم کیا جو آپ کی زندگی کا نصب العین تھا، آپ نے گزشتہ خلفاء کی ناروائیوں اور رعایا پر ان کے سلبی اثرات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، چنانچہ آپ سلیمان بن عبد الملک کی تقسیم دولت کی بابت پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں: میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی نوازشات اہل ثروت پر زیادہ ہیں جبکہ آپ نے فقراء کو یکسر بھلا دیا ہے اور ان کو ان کے فقر و فاقہ کے حوالے کر دیا ہے۔[36]

سیدنا عمر بن عبد العزیز نے اس بات کا اعتراف کر لیا تھا کہ معاشرے میں طبقاتی تقسیم قومی خزانے کی غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ ہے، چنانچہ آپ نے اپنی نئی سیاست کی بنیاد فقراء اور مساکین کو انصاف فراہم کرنے پر رکھی، اس حوالے سے آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ امت کے ہر فرد کا حق اس تک اس کے مجھے لکھے اور مطالبہ کیے بغیر پہنچادوں۔[37] آپ نے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل عملی اقدامات اٹھائے:

الف۔ آپ نے امراء اور بڑے طبقے کے لوگوں کا قومی دولت پر قبضہ کرنے کا راستہ بند کیا، ظلما چھینی گئی املاک اور اموال کو امراء اور اہل ثروت کے پنجہ استبداد سے واگزار کرایا اور ان کو ان کے مالکوں تک پہنچایا اور اگر ان جائدادوں کے مالک نہ مل سکے تو ان کو بحق سرکار ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا یا پھر ان اموال اور جائیدادوں کو رفاہ عامہ کے لیے مختص کر دیا۔

ب۔ فقراء، مساکین اور تنگ دستوں پر زیادہ خرچ کیا، محروموں کو دوسروں کی نسبت زیادہ نوازا یہاں تک کہ ان کی گزر بسر آسانی سے ہونے لگی اور اس غرض کے لئے زکوۃ اور بیت المال کی آمدنیوں کی دوسری مدات سے خدمت لی۔[38]

آپ کا ہدف تھا کہ ضرورت مندوں تک بقدر کفایت روزی ضرور پہنچے، چنانچہ ایک دن آپ نے لوگوں میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ہمارا دولت مند طبقہ جمع ہو کر اپنی دولت تقسیم کر دے یہاں

[36] ابن عبد الحکم، ابو محمد عبد اللہ، **سیرۃ عمر بن عبد العزیز**، (بیروت: دار العلم للملایین، ۱۳۸۷ھ)، ۱۳۵

[37] الذھبی، **سیر اعلام النبلاء**، ۵: ۱۲۷؛ السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ۱: ۲۳۱

[38] بشیر کمال بشیر عابدین، **السیاسۃ الاقتصادیۃ والمالیۃ لعمر بن عبد العزیز**، رسالہ ماجستیر، (اردن: جامعہ یرموک)، ۳۵

تک کہ ہم اور غریب سب برابر ہو جائیں اور اس کام کے لئے سب سے پہلے میں حاضر ہوں اور میں ان کے سب سے زیادہ قریب ہونا چاہتا ہوں۔[39]

آپ نے اس کی علمی اور عملی تطبیق بھی کی اور عمال کو لکھ بھیجا کہ مقروض سے قرض ادا کرنے کا بیت المال کی طرف سے انتظام کیا جائے، اس پر ایک عامل نے خط لکھ بھیجا کہ کیا ایسے مقروض کا قرضہ بھی دیا جائے جس کے پاس رہنے کو گھر، سواری اور خادم بھی ہو؟ تو آپ نے جواب دیا: ہاں! رہنے کو گھر، گزر بسر کا سامان، خدمت کے لئے خادم اور جہاد کے لیے گھوڑا ہونا ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے، اگر ایسا آدمی بھی مقروض ہو تو اس کا قرض بھی ضرور ادا کرو۔[40] سیدنا عمر بن عبد العزیز کی قومی دولت کی تقسیم کی بابت پالیسی کا بنیادی ہدف لوگوں کی کفایت کرنا تھا تاکہ ہر شخص کو گھر، سواری اور گھر کا سامان میسر آسکے جن کو آج کی اصطلاح میں "بنیادی ضروریات" کہا جاتا ہے یعنی آپ کا بنیادی ہدف لوگوں کو ان کی بنیادی ضروریات فراہم کرنا تھا اور بنیادی ضرورت اس کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی گزارنا دوبھر ہو جائے۔[41]

اقتصادی ترقی اور معاشرتی خوشحالی کو یقینی بنانا:

آپ نے اس اہم ہدف کے لیے متعدد وسائل استعمال کیے، اقتصادی ترقی کے لئے مناسب ماحول فراہم کرنا بھی ضروری تھا اور اس کے لیے فتنوں کی سرکوبی، مظلوموں کی داد رسی اور رد مظالم اور امن کا قیام بنیادی ضرورت تھا، تب ہی رعایا اپنے حقوق کی بابت مطمئن اور اپنے ٹھکانوں، مکانوں، دکانوں اور گرد وپیش کے ماحول میں بے خوف ہو کر زندگی گزار سکتی ہے۔ اسی طرح آپ نے عوامی، شہری اور ملکی ترقیاتی کاموں میں بھی بے حد دلچسپی لی جن کو آج کل کی اصطلاح میں "بنیادی ترقیاتی کام" کہا جاتا ہے، جیسے سڑکیں تعمیر کرنا، نہریں کھدوانا، کنویں تعمیر کرنا، عوام کو پانی پہنچانا، ذرائع مواصلات وغیرہ جن بنیادی ترقیاتی کاموں کے بغیر کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی ممکن

[39] محمد علی کرد، **الادارۃ الاسلامیۃ فی عز العرب**، (مصر، قاہرہ: مطبعہ، طبع اول، ۱۳۵۲ھ - ۱۹۳۴ء)، ۱۰۳

[40] ابن عبد الحکم، **سیرۃ عمر بن عبد العزیز**، ۳۸

[41] بشیر کمال بشیر عابدین، **السیاسۃ الاقتصادیۃ**، ۳۸

نہیں، چنانچہ آپ نے شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ہر شخص کو اقتصادی ترقی کی پوری پوری آزادی دی جس سے پوری اسلامی ریاست میں خوشحالی آئی۔[42]

موجودہ صورتحال کو صحیح کرنے کے لیے عمر بن عبدالعزیز کا طریقہ کار:

عمر بن عبد العزیز کا مقصد یہ تھا کہ متعدد ذرائع استعمال کرکے موجودہ معاشی بربادی کو روکا جائے اور معاشرے کے تمام افراد میں آمدنی کی تقسیم کو درست طریقے سے بروئے کار لایا جائے، انھوں نے یہ کام کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کیے:

جنرل بجٹ پر بوجھ کم کرنا: بعض افراد کو خصوصی فوائد اور استحقاقات حاصل تھے جو عام بجٹ پر بہت زیادہ بوجھ تھے کیونکہ بچت ہو یا خسارہ، یہ اخراجات کسی صورت کم نہیں ہوتے تھے، آپ نے خلیفہ بننے کے بعد ان خصوصی فوائد اور استحقاقات کو ختم کر دیا۔[43]

خدمت کے نام پر ہونے والے اخراجات کو کنٹرول کرنا: بہت سارے ایسے اخراجات سے جو خدمت کے نام پر بیت المال پر بوجھ تھے ان کا قومی معاشی ترقی میں کوئی حصہ نہیں تھا بلکہ مزید نقصان کا باعث تھے، عمر بن عبدالعزیز نے صرف انہی اخراجات کو باقی رکھا جو حقیقتاً اخراجات تھے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد جب ان کے سامنے شاہی سواری پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس میرا خچر ہی لے آؤ۔[44] کیوں کہ اس سے بھی حقیقی ضرورت پوری ہوتی تھی اور قومی خزانے پر کوئی اضافی بوجھ بھی نہیں پڑتا تھا، لہذا عمر بن عبدالعزیز نے اس اضافی بوجھ کو ختم کیا۔ بلکہ جب آپ سے ان سواریوں کے چارے کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ سواریاں شام کے علاقے میں بیچ دو اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کروا دو مجھے میرا اشہباء خچر ہی کافی ہے۔[45] اس طرح انہوں نے شعبہ خدمت کے اخراجات کو محدود اور کم کیا۔

---

[42] الصلابی، علی محمد، عمر بن عبد العزیز و معالم التجدید والاصلاح الراشدی علی منہاج النبوۃ،(قاہرہ: دار التوزیع والنشر الاسلامیۃ، طبع اول، ۲۰۰۶ء)،۲٦۹

[43] تاریخ الخلفاء، **السیوطی**،ا: ۲۳۷، ۲۳۲؛الذھبی، **سیر اعلام النبلاء**،۵: ۱۲٦

[44] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**،ا: ۲۳۱

[45] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**،ا: ۲۳۱؛الذھبی، **سیر اعلام النبلاء**،۵: ۱۲٦

بعض افراد نے جو مال غیر قانونی طور پر حاصل کئے تھے ان سے وہ مال واپس لے کر بیت المال میں جمع کروانا: یہ وہ اموال تھے جو گزشتہ حکمرانوں نے بعض خاص لوگوں کو عطیہ جات کے نام پر دیے تھے چنانچہ آپ نے وہ سارے اموال واپس لے لیے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجہ کا وہ عطیہ واپس لیا جو انہیں ان کے والد نے دیا تھا۔ فرات بن سعید کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کی بیوی کے پاس ایک نہایت قیمتی ہار تھا جو انہیں ان کے والد نے دیا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا: یہ ہار بیت المال واپس کر دو یا مجھ سے جدائی اختیار کر لو۔ میں نا پسند کرتا ہوں کہ میں، آپ اور یہ ہار ایک ہی گھر میں رہیں۔ ان کی بیوی نے کہا: نہیں، بلکہ میں اس جیسے ہزاروں ہار آپ پر قربان کر دوں گی۔ چنانچہ وہ ہار بیت المال میں جمع کروا دیا گیا۔[46]

اموی خلفاء اور امراء کی خصوصی مراعات کا خاتمہ:

آپ نے وہ تمام زمینیں اور جاگیریں بحق سرکار ضبط کر کے یا تو بیت المال میں جمع کرا دیں یا پھر ان کے مالکوں کو واپس کر دیں جنہوں نے گزشتہ امراء اور خلفاء نے ظلماً یا جبراً اپنے لیے خاص کر لیا تھا۔ آپ نے خود اپنی ذات سے ابتدا کی، آپ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے، لوگوں نے اس پر کہا کہ چلو اتنا لے لیجئے جتنا امیر المومنین خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب لیا کرتے تھے۔ تو آپ نے انہیں یہ جواب دے کر خاموش کر دیا کہ جناب عمر کے پاس کوئی مال نہ تھا جبکہ میں تو مالدار آدمی ہوں بھلا میں کیوں لوں؟[47]

آپ اپنی ذاتی ضروریات میں بیت المال کی چیزوں کو اور املاک موقوفہ کو ہرگز بھی استعمال نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ امیر اردن نے آپ کو سرکاری ڈاک کے ذریعے کھجور کے دو ٹوکرے بھیج دیے، آپ کو یہ بے حد ناگوار گزرا کہ سرکاری جانوروں کو کیوں استعمال کیا گیا، چنانچہ آپ نے وہ ساری کھجور بیچ کر اس کی قیمت سے ڈاک کے گھوڑوں کو چارہ کھلا دیا۔[48] اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک عامل کو شہد بھیجنے کو کہا تو اس نے سرکاری ڈاک کے ذریعے شہد بھیج دیا اس پر آپ نے وہ شہد بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرا دی اور فرمایا تم نے ہم پر اپنا شہد خراب کر دیا۔[49]

---

[46] السیوطی، **تاریخ الخلفاء**، ا: ۲۳۲

[47] ابن عبد ربہ اندلسی، احمد بن محمد، **العقد الفرید**، تحقیق: احمد امین، احمد الزین، ابراہیم ابیاری، (قاہرہ: لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر)، ۵: ۲۲

[48] بشیر کمال بشیر عابدین، **السیاسۃ الاقتصادیۃ**، ۹۸

[49] ابن الجوزی، **سیرۃ ومناقب عمر بن عبد العزیز**، ۲۱۰

ادارتی اور محکمہ جاتی اخراجات کی اصلاح: آپ نے اس بات کی بھرپور کوشش کی کہ آپ کے امراء اور والیان مسلمانوں کے اموال میں میانہ روی اختیار کریں، چنانچہ جب والی مدینہ نے آپ سے رات کے وقت شمع استعمال کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اسے یہ جواب لکھ بھیجا: میری عمر کی قسم !اگر تم تاریک رات میں گھر سے چراغ کے بغیر نکلو گے تو اس دن تم پہلے سے بہتر ہو گے۔ تمہیں اپنے گھر سے چراغ کے اتنے فتیلے مل جائیں گے جو تمھاری ضرورت پوری کرنے کے لیے کافی ہوں گے۔ والسلام۔[50]

یہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کو سرکاری خزانے کی کس قدر فکر تھی چنانچہ آپ نے اپنے والیان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ وہ سرکاری خزانے کو نہایت احتیاط اور عمدہ طریقے سے استعمال کریں حتی کہ کاغذ تک کو استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔

اقتصادی ترقی میں عمر بن عبدالعزیز کا طریقہ کار:

اسلام میں اقتصادی ترقی کا ایک اساسی ہدف ہے اور وہ یہ ہے کہ فرد اور جماعت کے مصالح میں توازن کو یقینی بنایا جاسکے۔ جب ہم عمر بن عبد العزیز کے معاشی ترقی کے طریقہ کار کا مطالعہ کرتے ہیں تو درج ذیل امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

انتظامی لیڈر شپ کو ترقی دینا: آپ نے معاشی ترقی کے پہیے کو چلانے کے لیے انتظامی لیڈر شپ کو کو فعال کیا کیا معاشی ترقی کے کے مراحل میں میں انتظامی قیادت ایک اہم ترین عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ آپ کے خطوط سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کو انتظامی قیادت کی ترقی میں کس قدر دلچسپی تھی، مثال کے طور پر پر آپ نے والی کوفہ عبدالحمید بن عبد الرحمن کو لکھا:

”آپ پر سلامتی ہو! دین کی سب سے مضبوط بنیاد عدل و احسان ہے، تمھارے نزدیک سب سے اہم بات یہ ہونی چاہیے کہ تم اپنے نفس کو اللہ کا مطیع بناؤ۔ کوئی گناہ تھوڑا نہیں ہوتا۔ بنجر زمین کو پیداوری اور پیداواری زمین کو بنجر زمین پر محمول مت کرو۔ بنجر زمین پر اس کی پیداوار کے بقدر خراج مقرر کرو اور اس کی آبادکاری کا انتظام کرو

---

[50] ابن عبد الحکم، **سیرۃ عمر بن عبد العزیز**، ۶۴

یہاں تک کہ وہ پیداوار کے لائق ہو جائے اور پیداواری زمین کے مالکان سے نرمی کے ساتھ صرف خراج ہی لو اور ان پر انھی لوگوں کو آباد رکھو۔"[51]

وسائل کے مطابق فنڈز کی انتظامی تقسیم: آپ وسائل اور ذرائع کے مطابق تمام فنڈز اور اموال کو تقسیم کر کے رکھتے تھے جس سے اکاؤنٹنگ سسٹم کا عمل آسان رہتا تھا۔ اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ نے کہا: میں عمر بن عبد العزیز کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دیکھا انہوں نے مال غنیمت، مال خراج اور مال خمس الگ الگ رکھا ہوا تھا۔[52] فنڈ کی کتاب کو کئی خانوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر خانہ فنڈ کے وسائل یا اخراجات کی تفصیلات پر مشتمل تھا۔ اس طرح آمدنی اور اخراجات کی تنظیم میں آسانی رہتی تھی۔

سالانہ مالی منصوبوں کو منظم کرنا، اور ہر سال (عام بجٹ) کی مالی پوزیشن بیان کرنا : آپ نے اپنے گورنرز کو جو خط و کتابت کی اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے والیان کو مالی منصوبہ بندی، ریاست میں رقوم کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے احکامات جاری کیا کرتے تھے تھے، آپ ان تمام چیزوں کی منظوری دیتے جو ترقیاتی اہداف کے مطابق ہوتی اور ان چیزوں کو منسوخ کر دیتے تھے جو ترقیاتی اہداف کی راہ میں رکاوٹ بنتی تھیں۔ مثال کے طور پر آپ نے عدی بن ارطات کو خط لکھا کہ آپ کے پاس جو اموال ہیں ان کی تفصیل مجھے لکھ کر بھیجو کہ وہ کہاں سے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو تفصیلات لکھ کر بھیجیں، ان تفصیلات کے مطابق ان اموال میں چار ہزار درہم شراب کے عشور کا شامل تھا، چنانچہ جب آپ کو گورنر کا خط ملا تو آپ نے اسے جواب لکھا کہ تم نے مجھے بتایا ہے کہ ان اموال میں چار ہزار درہم شراب کے عشور کا شامل ہے، حالانکہ کوئی مسلمان شراب کا ٹیکس نہیں دیتا، نہ اسے خریدتا ہے نہ بیچتا ہے، لہذا جب آپ کو میرا خط ملے تو اس آدمی کو تلاش کرو اور یہ رقم سے واپس کر دو۔ چنانچہ اس گورنر نے اس آدمی کو تلاش کیا اور وہ چار ہزار اسے واپس کر دیے اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، مجھے اس مسئلہ کا علم نہیں تھا۔[53]

---

[51] ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، ٦: ٤٣٦؛ حدیث: ٣٢٧٢٠

[52] عمر بن احمد بن ابی جرادہ، کمال الدین، **بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب**، تحقیق: سہیل زکار، (بیروت: دار الفکر، ١٩٨٨ء، طبع اول)، ٣: ١٥٣٥

[53] ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، **احکام اھل الذمۃ**، تحقیق: یوسف احمد البکری شاکر توفیق عاروری، (الدمام: رمادی للنشر، ١٤١٨ھ، طبع اول)، ١: ١٨٦

آپ کی ملکی مالی صورتحال پر نظر اور بجٹ اکاؤنٹنگ کے انتظام کے حوالے سے حساسیت کا مظاہرہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو ہمام بن منبہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ بیت المال کا ایک دینار گم ہو گیا ہے۔ تو آپ نے انہیں جواب میں لکھا: آپ کے دین اور امانت داری پر کوئی الزام نہیں لگاتا لیکن میں آپ کو کو آپ کی کوتاہی کی بنا پر قصوروار سمجھتا ہوں۔ والسلام۔[54]

زکاۃ کا دائرہ کار وسیع کرنا: اسی طرح آپ نے چند بنیادی پیداواری چیزوں سے زکوۃ وصول کرنے کی بجائے اس کا دائرہ کار وسیع کیا، چنانچہ اس معاملے میں آپ نے دیگر خلفاء اور فقہاء سے تفرد بھی اختیار کیا۔[55] مثال کے طور پر آپ نے شہد پر زکوۃ کو فرض قرار دیا۔[56] اسی طرح آپ نے عنبر اور مچھلی سے زکوۃ وصول کرنے کا حکم جاری کیا۔[57] حالانکہ دیگر فقہاء ان چیزوں سے زکوۃ وصول کرنے کے قائل نہیں تھے۔ بعد ازاں جب مال و دولت کی فراوانی ہو گئی اور ملک میں خوشحالی آگئی تو آپ نے ان میں سے بعض چیزوں سے زکوۃ لینا موقوف کر دیا، جیسے آپ نے مدینہ کے قاضی ابی بن محمد کو خط لکھا کہ شہد اور گھوڑوں سے زکوۃ وصول نہ کی جائے۔[58]

ٹیکس کے نظام کو موثر بنانا اور تمام پیداواری عناصر پر مناسب انداز سے لاگو کرنا: آپ نے ٹیکس کا نظام قائم کیا کیونکہ ریاست لوگوں کو خدمات فراہم کرتی ہے، اگر ریاست کو کسی طریقے سے آمدنی حاصل نہ ہو تو یہ خدمات قومی خزانے پر بوجھ بن جاتے ہیں، چنانچہ آپ نے اس حوالے سے توازن قائم کرنے کے لیے نہایت مناسب انداز سے تمام پیداواری عناصر پر ٹیکس نافذ کیا۔ مثال کے طور پر میمون نے آپ کو ایک مسلمان کے بارے میں لکھا کہ اس نے ایک ذمی سے مزارعت کی ہے، تو آپ نے فرمایا: مسلمان پر جو ٹیکس عائد ہوتا ہے وہ اس کے حساب سے اس سے لو اور آئی ایس آئی پر جو عید ہوتا ہے وہ اس سے وصول کرو۔[59]

---

[54] ابن الجوزی، **سیرۃ ومناقب عمر بن عبد العزیز**، ۱۰۵

[55] ابن قدامہ، موفق الدین بن محمد عبد اللہ، **المغنی**، (بیروت: دار الکتاب العربی)، ۲: ۳۳۳

[56] بلاذری، **فتوح البلدان**، ٦٩

[57] عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، المصنف، تحقیق: حبیب الرحمن الاعظمی، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، طبع اول)، ۴: ٦۵؛ ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲: ۳۷۴

[58] الزرقانی، محمد بن عبد الباقی بن یوسف، **شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ، طبع اول)، ۲: ۱۸۴

[59] ابن القیم، **احکام اھل الذمۃ**، ۱: ۳۲۰

اسی طرح آپ نے ٹیکس کی مقدار متعین کی، آپ نے گورنروں کو ہدایت کی کہ مسلمان جو سامان تجارت لے کر گزرے اس میں ہر بیس دینار میں سے نصف دینار وصول کریں اور جو سامان تجارت ذمی لے کر گزرے اس میں ہر بیس دینار میں سے ایک دینار وصول کیا جائے، پھر ایک سال تک اس سے کچھ نہ لیا جائے۔[60]

ترقیاتی منصوبوں کے تسلسل کو یقینی بنانا: سرمایہ کاروں کو سہولیات فراہم کرنا، انہیں قرض فراہم کرنا تاکہ ترقیاتی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔ چنانچہ آپ نے عراق کے گورنر عبد الحمید کو خط لکھا کہ دیکھو جس پر جزیہ ہے اور وہ اپنی زمین میں کام کرنے سے جزیہ ادا کرنے سے عاجز ہے تو اسے اتنا قرض دو جس سے اس کے زرعی کام کو سپورٹ ہو، ہم ان سے ایک دو سال وہ قرض واپس نہیں لیں گے۔[61]

عمر بن عبد العزیز کے احکام اور ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ترقیاتی منصوبوں کو مکمل کرنے میں ہر ممکن کوشش کی حتی کہ جو شخص اپنی زمین کی ترقی سے مالی طور پر عاجز آگیا ہوں تو انہوں نے اس کی معاونت کے لیے اپنے گورنروں کو خط لکھا کہ اسے ترس فراہم کریں تاکہ وہ اپنی زمین میں کام کرکے ترقیاتی عمل میں حصہ لے سکے۔

نتائج بحث:

عمر بن عبد العزیز کی معاشی منصوبہ بندی اور اقتصادی اصلاحات کا مطالعہ کرنے سے سے درج ذیل نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں:

1۔ عمر بن عبد العزیز کی مالی اصلاحات اور نظام حکومت میں شرعی اور اخلاقی پابندیوں سے بجائے اس کے کہ حکومت کو مالی خسارہ اور شہریوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ملک میں خوشحالی عام ہوگئی اور دولت کی وہ فراوانی ہوئی کہ زکوۃ قبول کرنے والا ڈھونڈے سے نہیں ملتا تھا۔ یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبد العزیز نے افریقہ میں زکوۃ کی تحصیل وصول پر مقرر کیا، میں نے زکوۃ وصول کی، جب میں نے اس کے مستحق تلاش کیے جن کو رقم دی جائے تو مجھے ایک بھی محتاج نہیں ملا اور ایک شخص بھی ایسا دستیاب نہیں ہوا جس کو زکوۃ دی جاسکے، عمر بن عبد العزیز نے سب کو غنی بنادیا۔ بلآخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کیے اور ان کے حقوق کا مالک مسلمانوں کو بنادیا۔

---

[60] الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، **احکام القران**، تحقیق: محمد الصادق قمحاوی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ)، ۴: ۳۶۵

[61] ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۱

اسی طرح عمر بن اسید کہتے ہیں: اللہ کی قسم! عمر بن عبد العزیز کی مختصر مدت خلافت میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ بڑی بڑی رقمیں زکوۃ کی لے کر آتے تھے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دے دی جائے لیکن واپس کرنی پڑتی تھی کہ کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا، عمر کے زمانے میں سب مسلمان غنی ہو گئے تھے اور زکوۃ کا کوئی مستحق نہیں رہا تھا۔[62]

2۔ آپ کی مالی اصلاحات نے تنگ دستی اور فقر کا خاتمہ کر دیا حتیٰ کہ صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ آدمی زکوۃ کا مال لے کر نکلتا اور اسے کوئی زکوۃ قبول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔[63]

3۔ آپ نے اسلامی معاشرے کی فلاح و بہبود کے خواب کو پورا کر دکھایا حتیٰ کہ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات سے مال بڑھ گیا تھا، اس بات کا اندازہ ان کے خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے عراق کے گورنر عبد الحمید کو لکھا، آپ نے کہا: بیت المال سے لوگوں کو عطیات دو۔ انہوں نے کہا میں نے لوگوں کو عطیات دیے ہیں مگر پھر بھی بیت المال میں مال بچ گیا ہے۔ فرمایا: جس نے بغیر کسی اسراف اور کم عقلی کے قرض لیا ہے اس کا قرض چکا دو۔ انہوں نے آپ کو لکھا: میں نے لوگوں کے قرضے چکا دیے ہیں مگر پھر بھی بیت المال میں مال موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: دیکھو جو کنوارہ شادی کرنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس مال نہیں ہے اس کی شادی کر دو اور اس کی طرف سے حق مہر ادا کر دو۔ انھوں نے لکھا کہ مجھے جو بھی کنوارے ملے میں نے ان کی شادی کر دی ہے مگر پھر بھی بیت المال میں مال موجود ہے۔ آپ نے اس کے بعد لکھا: دیکھو جس پر جزیہ ہے اور وہ اپنی زمین میں کام کرنے سے عاجز آ چکا ہے اسے اتنا قرض دو جس سے وہ زمین پر کام کرنے کے قابل ہو سکے، ہم ان سے یہ قرض ایک دو سال واپس نہیں لیں گے۔[64]

4۔ آپ نے مالی بچت سے لوگوں کے قرض چکائے، معاشرے کی اجتماعی حالت کو بہتر بنایا، ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مقامی سطح پر مستقل ایک محکمہ قائم کیا، عمر بن عبد العزیز کی طرف سے ہر روز یہ منادی کروائی جاتی تھی: ''کہاں ہیں قرض دار، کہاں ہیں نکاح کرنے والے، کہاں ہیں مساکین، کہاں ہیں یتیم''؟[65]

---

[62] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، **فتح الباری شرح صحیح البخاری**، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی و محب الدین الخطیب،(بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹)،۶: ۴۵۱؛ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۱۹۵؛السیوطی، **تاریخ الخلفاء**،۱: ۲۳۵

[63] الواسطی، اسلم بن سھل الرزاز، **تاریخ واسط**،(بیروت: عالم الکتب،۱۴۰۶ھ، طبع اول)،۱: ۱۸۴

[64] ابن عساکر، **تاریخ مدینۃ دمشق**، ۵۴: ۲۱

[65] ایضاً:۵۴: ۱۹۴

5۔ آپ نے ریاستی سطح پر لوگوں کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے باقاعدہ ٹیم تشکیل دی تھی تاکہ جو ضرورت مند اور مدد کا مستحق ہے اس کی خبر ہو سکے، اس ضمن میں عبدہ بن ابی لبابہ نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز نے انھیں تقسیم کرنے کے لیے ۱۵۰ دیے، انھوں نے وہ رقم لے کر ابن ماجشون سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا: ''میری معلومات کے مطابق آج کوئی بندہ ضرورت مند نہیں رہا، عمر بن عبد العزیز نے سب کو غنی کر دیا ہے۔''[66]

6۔ لوگوں کی انفرادی آمدنی بڑھ گئی حتیٰ کہ بعض اوقات وہ لوگ بھی زکاۃ کے مستحق ہوتے جو زندگی کی کچھ آسائشیں رکھتے تھے، اشہب کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے کہا: ''جس کے پاس گھر، گھوڑا اور خادم ہے اسے بھی زکاۃ دی جائے۔''[67]

7۔ عہد حاضر میں اقتصادی اصلاحات اور معاشی انقلاب برپا کرنے کے لیے عمر بن عبد العزیز کے طریقہ کار سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، دور حاضر میں وسائل پیداوار کی جس قدر کثرت ہے اور ان میں جتنا تنوع ہے اس کے پیش نظر یہ بات بعید نہیں کہ معاشی خوشحالی کا خواب پہلے زمانے کی نسبت زیادہ یقینی صورت میں پورا ہو سکتا ہے، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ اس منہج کو چلانے کے لیے عمر اور رجال عمر جیسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں، جو اسی محنت اور دیانت کے ساتھ کام کریں جس کے ساتھ عمر بن عبد العزیز اور ان کی ٹیم نے کیا تھا۔

---

66 ایضاً،

67 مالک بن انس، **المدونۃ الکبریٰ**، (بیروت: دار صادر)، ۲: ۲۹۷